بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

نظرات

ہندوستان اور پاکستان میں جو کچھ معاہدہ اور سمجھوتہ ہوا ہے اس کا خیر مقدم اور اُس پر مسرت کا اظہار دنیا کا ہر وہ انسان کرے گا جس کا دماغ غلط قسم کے تعصب اور عناد سے پاک و صاف ہے اور جو محسوس کرتا ہے کہ آج امن قائم رکھنے کے لئے دو پڑوسی ملکوں میں باہمی تعلقات کا دوستانہ اور خوش گوار ہونا کس قدر ضروری ہے۔ پھر ہندوستان اور پاکستان تو صرف دو پڑوسی ملک نہیں ہیں بلکہ ان میں آپس میں نسلی، لسانی اور تاریخی تعلقات ہیں۔ اختلافات اور نزاع کہاں نہیں ہوتا؟ لیکن اس کے حل کی صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک جنگ اور دوسری ایمانداری اور شرافت کے ساتھ بات چیت، پہلی صورت کے لئے تو اب کوئی گنجائش ہے ہی نہیں! اس لئے لامحالہ انصاف اور رواداری کے ساتھ گفتگو اور مصالحت کا راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ کچھ معاہدہ کی جو تفصیلات اخبارات میں آئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاہدہ فراخ دلی اور انصاف پسندی کے جذبہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ایسے موقع پر یہ دیکھنا کہ معاہدہ سے کس کی جیت ہوئی اور کس کی ہار، کس کا پلڑا بھاری رہا اور کس کا ہلکا؟ سخت لغو، احمقانہ اور فتنہ پرورانہ قسم کی باتیں ہیں۔ داد فریقین کو ہی ملنی چاہیے، اور اگر ظاہری اعتبار سے کسی فریق کا پلڑا ہلکا بھی نظر آئے تو اس پر طعن و طنز کرنے کے بجائے اس کی اخلاقی جرأت کی تعریف کرنی چاہیے۔ آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اس فریق نے دب کر اور مرعوب ہو کر نہیں بلکہ صرف فساد کی جڑ کاٹ دینے کی غرض سے یہ جرأت مندانہ اقدام کیا ہے! اس صورت میں اس نے کچھ کھویا نہیں، بلکہ بہت کچھ پایا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہی ہے، اور سب مذاہب اسی کی تلقین کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ یہ معاہدہ نہ صرف یہ کہ کامیاب ہو، بلکہ دونوں ملکوں کے اور دوسرے اختلافات کے قطعی حل کا بھی پیش خیمہ ثابت ہو۔

علی گڑھ تحریک اب خواص کے ہاتھوں سے نکل کر عوامی تحریک بنتی جا رہی ہے اور روز بروز اس میں شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے اور جب کوئی تحریک عوامی بنتی ہے تو قاعدہ ہے کہ اچھے، برے، مخلص اور خود غرض معتدل اور انتہا پسند، سنجیدہ فکر اور عجلت پسند ہر قسم کے لوگ اپنے اپنے ذاتی میلانات و رجحانات اور عقائد و افکار کے ماتحت اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اس بنا پر بسا اوقات ان تحریکوں میں ایسے موڑ آجاتے ہیں کہ تحریک کو صحیح لائن پر قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جذباتیت واقعیت پسندی پر غالب آجاتی ہے، عوام کا ایک طبقہ

قابو سے باہر ہو جاتا ہے اور پھر بالکل غیر متوقع طور پر بعض ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں جن سے تحریک کے مقصد کو شدید نقصان پہنچتا ہے اس بنا پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس تحریک کا انجام کیا ہوگا ؟

بہرحال ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے جس جوش و خروش اور ولولہ و عزم کا اظہار اس موقع پر کیا ہے اگر وہ اس سے آدھی سرگرمی اور جوش اپنے بعض تعمیری کاموں پر بھی صرف کر سکیں تو چند برسوں میں ان کی زندگی کے دن رات بدل سکتے ہیں۔ مثلاً قطع نظر اس سے کہ ملازمتوں کے معاملہ میں مسلمان نوجوانوں کے ساتھ تعصب برتا جاتا ہے یا نہیں۔ ہمارا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جو مسلمان طلبار انجینیرنگ، ٹکنالوجی اور سائنس و کامرس کے اعلیٰ امتحانات فرسٹ ڈویژن میں پاس کر لیتے ہیں اور ان کا گزشتہ ریکارڈ بھی اچھا ہوتا ہے ان کو کچھ زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کرنا ہوتا۔ جلدی کہیں نہ کہیں کھپ جاتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ کل ان کا نتیجۂ امتحان شائع ہوا ہے اور آج ان کے پاس بغیر کسی سفارش اور کوشش کے گورنمنٹ اور کمپنیوں کی طرف سے بیک وقت دو دو تین تین پیش کشیں آئی ہیں۔ لیکن آپ کو معلوم ہے، ان ہونہار مسلمان نوجوانوں میں اکثریت کن لڑکوں کی ہوتی ہے ؟ ان میں بڑی تعداد ان لڑکوں کی ہوتی ہے جو غریب یا زیادہ سے زیادہ متوسط درجہ کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کرنے والے مسلمان طلبار میں امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والے بس آٹے میں نمک کے برابر ملیں گے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ مسلمان غریب طبقہ کے بچوں میں بحیثیت مجموعی ذہانت، محنت کرنے کا جذبہ اور ترقی کرنے کی امنگ اور ولولہ نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں ——— اور اس کے اسباب بالکل طبعی، نفسیاتی اور تجرباتی ہیں ——— اس بنا پر قومی تعمیر کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ اس طبقہ کے بچوں کی نگرانی کی جائے اور ان ذہین بچوں میں سے کسی کو محض غربت کی وجہ سے ضائع نہ ہونے دیا جائے۔

اس سلسلہ میں ہم نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتے ہیں کہ جس طرح مغربی یو۔پی میں جگہ جگہ اسلامیہ ہائی اسکول اور انٹر کالج پھیلے ہوئے ہیں اسی طرح کم و بیش ملک کے دوسرے علاقوں اور حصوں میں بھی ہیں۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ ان تمام اسکولوں اور کالجوں کی حالت نہایت سقیم اور ناگفتہ بہ ہے۔ عمارتیں بوسیدہ۔ فرنیچر شکستہ و میل خوردہ۔ لائبریریاں نہایت ابتر و زبوں حال، کھیل کے میدان تنگ ——— ہوسٹل مفقود۔ اساتذہ کی تنخواہیں معمولی۔ طلبار کے لئے وظائف نہ ہونے کے برابر۔ جب حالت یہ ہوگی تو ظاہر ہے ان سے بہت زیادہ حوصلہ افزا نتائج کی توقع کیوں کر ہو سکتی ہے ؟ علی گڑھ یونیورسٹی کو چلانا یا اس جیسی

اپنی ایک الگ یونیورسٹی قائم کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اگر مسلمان ایک ہمہ گیر اور مرکزی نظام کے ماتحت مذکورہ بالا اسلامیہ ہائی اسکولوں و کالجوں پر ہی اپنی خاطر خواہ توجہ صرف کریں اور ان تعلیم گاہوں کو صوری اور معنوی ہر اعتبار سے مثالی درس گاہیں بنانے کی کوشش کریں۔ غریب طبقے کے بچوں کو اپنی مکمل سرپرستی میں لیں جس سے ان کی جسمانی اور ذہنی تربیت اعلیٰ طریقے پر ہوسکے تو آپ دیکھیں گے چند برسوں میں ہی اس کوشش کے اثرات اور نتائج ملک میں محسوس ہونے لگیں گے۔

مگر یہ کام ٹھوس اور سنجیدہ طور پر خاموشی سے اور پتہ مار کر کرنے کا ہے۔ یہاں نہ نعرے ہیں نہ ہنگامے۔ نہ زندہ باد کی آوازیں، نہ دست بوسی اور نہ کفش برداری۔ نہ اخبارات میں بیانات اور نہ پلیٹ فارم پر پرجوش تقریریں! تو اب سوال یہ ہے کہ اس کام کو کرے تو کون؟ مسلمانوں میں ایک جذبہ ہے اور ایک تڑپ! وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے میں بھی دریغ نہیں کرسکتے۔ لیکن ان سے صحیح، ٹھوس اور تعمیری کام لینے والے ایمان دار اور مخلص، بے نفس و بے غرض کارکن تو ہوں!

مسلم یونیورسٹی آرڈیننس

اس خطرناک سازش کا کھلا قبرستان

جو مسلم یونیورسٹی کو اس کے وارثوں سے چھیننے اور اس کا حلیہ بدل ڈالنے کے لیے برسوں سے کی جارہی ہے۔ اس سازش کو بے نقاب کرنے اور اس کی خطرناکیاں روشنی میں لانے کے لیے اور اس آرڈی ننس کو — آئین ہند کی صریح دفعات — جمہوریت کی مسلمہ روایات — عدل و انصاف کی مقدس اقدار اور یونیورسٹی کی تاریخ کے روشن حقائق کی بنیادوں پر چیلنج کرنے کے لیے

ادارۂ ندائے ملت لکھنؤ

جولائی کے آخری ہفتہ میں پیش کر رہا ہے

مسلم یونیورسٹی نمبر

اپنی یونیورسٹی کا مقدمہ مضبوطی کے ساتھ لڑنے کے لیے اس نمبر کا مطالعہ فرمائیے اور بلا امتیاز مذہب و ملت ہر اردو خواں کے ہاتھوں میں اسے پہنچائیے — سالانہ خریداروں کو یہ نمبر مفت دیا جائے گا — قیمت سالانہ = 12/

پتہ :- دفتر ندائے ملت ۹۹ گوئن روڈ لکھنؤ